تزکیہ کے اجتماعی تصور کا احیاء اور مولانا امین احسن اصلاحی

ڈاکٹر اختر حسین عزمی*

صوفیاء کے واسطے سے عوام الناس میں رائج تزکیہ نفس کا تصور انفرادی زندگی میں اپنی ذات کی اصلاح تک محدود ہے، جس کے مطابق حق و باطل کی کشمکش اور دنیاوی جھمیلوں سے الگ تھلگ بظاہر پاکیزہ زندگی گزارنے والے کو بہت بڑا عارف باللہ سمجھا جاتا ہے۔ تزکیہ نفس کا یہ تصور مولانا اصلاحی کے نزدیک نہ قرآن مجید ہی سے ملتا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی زندگی ہی اس پر شاہد ہے۔ وہاں جس تزکیہ کے مفہوم سے ہمیں آگاہی ہوتی ہے اس میں سب سے پہلے علم وعقیدہ کی اصلاح آتی ہے اور عمل میں اسوۂ رسول کی پیروی کا حکم دیا جاتا ہے۔ عبادات خالی رسوم کی بجائے گہری حکمت پر مبنی اور بعض مقاصدِ تربیت کی حامل نظر آتی ہیں۔ آدمی کی زندگی کی حیثیتوں کے لحاظ سے اس کو احکام دیئے جاتے ہیں۔ جن کی رو سے وہ اپنا تعلق ایک طرف خدا سے اور دوسری طرف انسان سے جوڑتا ہے۔ اس طرح تزکیہ نفس کوئی انفرادی اصلاح کا کام ہی نہیں رہ جاتا بلکہ اس میں انسان کی اجتماعی ذمہ داریوں کا تصور بھی شامل ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑا عارف وہ شخص ہے جو دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو اس طرح ادا کرے جس طرح ادا کرنے کا حکم اللہ نے دیا اور جس کا کامل نمونہ حیاتِ طیبہؐ میں ہمیں نظر آتا ہے۔[1]

مولانا نے ''تزکیہ تعلقات'' کی بحث میں اجتماعی تزکئے کے تصور کو وضاحت سے پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

فرمایا ہوا گفتہ اللہ ہو جائے، اس کی پھونک دم مسیحا کا کام کرے اور اس کی ذات صوفیاء کے رائج کردہ تصور کے مطابق آدمی کے مرتبہ کی معراج یہ ہے کہ وہ بھی غیب دان ہو جائے اس کا ذات خداوندی ہی کا ایک پرتو بن جائے میں نے قرآن وسنت کی رو سے یہ بتایا ہے کہ آدمی کا خدا کا مطیع وفرمانبردار بندہ بننا اس کے تزکیہ کا منتہا ہے۔ اسی طرح زندگی کے مسائل سے فرار کوئی نیکی نہیں، بلکہ آدمی کا اپنے کنبہ میں والدین کا خدمت گزار اور وفادار ہونا، اعزہ واقارب کے ساتھ احسان

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج پتوکی، قصور۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرنا، بیوی بچوں کا خیال رکھنا اور ان کی اچھی تربیت کرنا، اصلاح معاشرہ کرنا اور ریاست کا خیر خواہ ہونا تزکیہ نفس کے تقاضوں میں شامل ہے۔۲

تصوف کا اجتماعیت گریز رویہ

اہل تصوف کی اکثریت نے معاملاتِ دنیا اور اجتماعی تعلقات کو تزکیہ نفس کا دشمن، مادے کو اپنی روح کا قفس، اپنی جبلی ضرورتوں اور خواہشوں کی تکمیل کو خدا پرستی کی راہ میں آفت خیال کیا۔ عشق الٰہی کے زیر اثر پروردہ تصور تزکیہ کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ انسان اس دنیا کو مایا کا جال سمجھ کر اس سے دور بھاگے۔ اجتماعیت کا تصور تک اس پر بار ہو۔ بستیوں سے اسے وحشت اور وحشت کدوں سے انس ہو۔ مادی رشتوں، مادی ضرورتوں، مادی خواہشوں کو سرتا سر شیطانی پھندے یقین کرے۔ ایک ایک دنیاوی نعمت اور لذت کو اپنے لیے حرام قرار دے لے۔ غذا بھی انتہائی مجبوری میں استعمال کرے۔ طوالت سے بچتے ہوئے ہم چند ائمہ تصوف کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ شیخ ابراہیم بن ادھم نے طواف کعبہ کے دوران ایک شخص سے کہا۔

لا تنال درجة الصالحين حتى تجوز ست عقبات، اوله تغلق باب النعمة وتفتح باب الشدة، والثانية تغلق باب العزو تفتح باب الذل والثالثة تغلق باب الراحة وتفتح باب الجهد والرابعه تغلق باب النوم وتفتح باب السهر والخامسة تغلق باب الغناء وتفتح باب الفقر والسادسة تغلق باب الامل وتفتح باب الاستعداد اللموت.۳

داؤد بن نصیر طائیؒ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: صم عن الدنيا واجعل فطرك الموت وفرمن الناس كفرارك من السبع ۴ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں من ارادان يسلم له دينه ويستريح بدنه فليعتزل الناس۔۵

عائلی زندگی کو بھی تزکیہ نفس کا مخالف تصور کیا جاتا ہے۔ شیخ علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ طریقت کی اساس تجرد پر رکھی گئی ہے۔۶ کیونکہ نکاح بہر حال دو خرابیوں سے خالی نہیں ایک غیر اللہ کا دل میں خیال پیدا ہونا اور دوسرے جسم کا لذتِ نفس میں مشغول ہونا۔۷ شیخ ابراہیم بن ادھم فرماتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں کہ فقیر جب شادی کرے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کشتی پر سوار ہو اور جب بچہ پیدا ہو تو سمجھ لو کہ وہ ڈوب گیا۔[8] شیخ سہیل بن عبداللہ تستری کا قول ہے کہ ولی کا لوگوں کے ساتھ اختلاط ذلت ہے اور اس کی علیحدگی عزت ہے۔میں نے خدا کے ولیوں میں زیادہ تر منفرد (غیر شادی شدہ) لوگوں کو پایا۔[9]

اعتزال عن الناس کا رویہ بالآخر سالک کو نفس کشی کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ کیونکہ بقول ابو بکر طمسانی نفس، خدا اور بندہ کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔[10] اس لیے اس سنگ گراں کو ہٹا کر ہی آگے کا سفر جاری رکھا جا سکتا ہے۔ نفس کشی ے لیے صوفیا نے فاقہ کشی، شب بیداری اور خاموشی کے جو طریقے اپنائے اس بارے میں صوفیا کے ہزاروں واقعات سے کتب تصوف بھری پڑی ہیں۔ اس تصور کے زیر اثر انسان نہ صرف اجتماعیت سے بلکہ اپنے نفس سے بھی عاری ہو جاتا ہے۔ سید اسماعیل شہید عشق الٰہی کے اثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اسی محبت (حب عشقی) کے آثار میں سے ایک تفرد ہے یعنی یہ کہ انسان محبوب کے سوا باقی سارے علائق منقطع کر دیتا ہے۔ زندگی کے رنگا رنگ مشاغل اور بے شمار تعلقات کا سامنا کرتے ہوئے اس کا دل بڑی تنگی محسوس کرتا ہے اور طرح طرح کے معاملات کے تنظیم وانصرام سے مثلاً خانگی مسائل کے انتظام، معاشرتی واجتماعی امور کی انجام دہی، امامتِ جماعت، اقامتِ عیدین، جمعہ، حقوق اعزہ کی ادائیگی وغیرہ امور سے اسے سخت انقباض ہوتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ نکاح سے، جو تمام علائق کی بنیاد ہے، اسے حد درجہ نفرت اور وحشت ہوتی ہے۔[11]

روحانی ومادی تقاضوں میں ہم آہنگی

تصوف کے ان اجتماعیت گریز نظریات نے امت مسلمہ میں جن منفی رویوں کو پروان چڑھایا، مولانا اصلاحی کو ان کا پورا ادراک تھا۔ چنانچہ انہوں نے، انسان کے اپنے نفس کے ساتھ تعلق سے لے کر خاندان سے تعلق تک، معاشرہ سے لے کر ریاست تک، اس کے تعلق کو پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کر کے قرآنی تزکیے کے اجتماعی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔

مولانا نے تعلقات میں سب سے پہلے انسان کا اپنی ذات سے تعلق بیان کیا ہے۔ ان کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نزدیک خالق نے انسان کے اندر جو قوتیں اور صلاحیتیں بھی ودیعت کی ہیں وہ سب بلا استثناء انسان کے مقصدِ وجود کے لیے لازمی اور ضروری ہیں۔کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو کاٹ پھینکنے کے لائق ہو۔ان میں سے کوئی چیز کسی برائی کا سبب بنتی ہے تو انسان کے سُوئے استعمال سے بنتی ہے۔خرابی شے میں نہیں بلکہ انسان کے طریق استعمال میں ہوتی ہے۔مولانا کے مطابق جوگیوں اور راہبوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے جسم اور جسمانی قوتوں کو بجائے خود روح کی ترقی میں مزاحم تصور کیا اور اسی وجہ سے انہوں نے ان کو ختم کرنے کے لیے جانکسل ریاضتیں ایجاد کیں۔حالانکہ اس طرح انہوں نے روحانی ترقی واصلاح کے مقصد کو فائدہ پہنچانے کے بجائے الٹا اس کو نہایت شدہ نقصان پہنچایا۔مولانا روحانی ترقی کے لیے جسم وروح دونوں کی تقویت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔۱۲؎ چنانچہ فرماتے ہیں:-

روح انسانی جس طرح آسمان سے غذا حاصل کرتی ہے اسی طرح زمین سے بھی غذا حاصل کرتی ہے۔جسم کی قوتیں اگر صحیح طور پر نشوونما پائیں اور اپنے صحیح محل میں استعمال ہوں تو ان سے روح قوت حاصل کرتی ہے۔برعکس اس کے اگر جسم بیمار ہو تو جسم کی روح بھی مضمحل ہو جاتی ہے۔۱۳؎

مولانا اپنے موقف کی وضاحت اس مثال سے کرتے ہیں کہ جوگیوں اور راہبوں نے انسان کی جنسی خواہش کو نہایت مہلک ٹھہرایا ہے اور روحانی تطہیر کے لیے اس کے قلع قمع کو لازمی بتایا ہے۔حالانکہ جس شخص کے اندر قوتِ مردانگی نہ ہو،اس کے اندر فتوت اور شجاعت کا پایا جانا بھی ممکن نہیں۔حالانکہ یہ صفتیں ایک زندہ و بیدار روح کا اصلی جمال ہیں۔ان کے بغیر انسان میں بعض منفی قسم کی نیکیاں تو پرورش پا سکتی ہیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ وہ کوئی ایسا کام کر سکے جس کے لیے فتوحات کا جوہر مطلوب ہوتا ہے۔۱۴؎

مولانا کی اس بات کی تائید اس حدیث رسولؐ سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے

المومن القوی خیر واحب الی اللہ من المومن الضعیف احرص علی ما ینفعک واستعن باللہ ولا تعجز۔ ۱۵؎ پھر روحانی پاکیزگی کے اعتبار سے جو مرتبہ صحابہ کرامؓ کا ہے وہ کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا۔ان کے اندر بھی کسی غالیانہ رجحان کا اظہار ہوا تو اس کی حوصلہ شکنی نبیؐ نے بھی فرمائی اور حضرات صحابہؓ نے آپس میں بھی۔بعض لوگوں نے زندگی کی بعض لذتوں کو دینداری کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خلاف سمجھ کر ترک کر دینے کا اظہار کیا تو حضورؐ نے ان کو تنبیہ فرمائی چنانچہ حضرت عائشہؓ کی راویت ہے
کہ صنع النبی ﷺ شیاتر خص وتنزہ عنہ قول فبلغ ذالک النبی ﷺ فحمد اللہ
،ثم قال،ما بال اقوام یتنزھون عن الشیء اصنعہ فواللہ انی اعلمھم باللہ واشدھم لہ
خشیہ۔[16] حضرت انسؓ سے مروی اس حدیث میں یہ حقیقت مزید واضح ہوتی ہے:ان رسول اللہ
کان یقول لا تشدّدوا علی انفسکم فیشدد علیکم فان قوماشددو اعلی انفسھم
فشددالله علیھم فتلک بقایا ھم فی الصوامع والدیار ۔[17] جن لوگوں کے ذہنوں میں
یہ خیال بسا ہوا تھا کہ نفس کو زیادہ سے زیادہ مشقت میں ڈالنا روحانی ترقی کے لیے ضروری ہے،ان کو
نبیؐ نے یہ تعلیم دی کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے چنانچہ عبداللہ بن عمرو عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ

قال لی رسول اللہ ﷺ یا عبداللہ الم اخبر انک تصوم النھار وتقوم
الیل ؟ فقلت بلی یا رسول اللہ قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدک
علیک حقا،وان لعینک علیک حقا وان لزوجک علیک وان لزورک
علیک حقاً. [18]

حضرت انسؓ سے روایت ذیل کی حدیث اجتماعی حقوق کی ادائیگی کے تصور کو واضح کرتی
ہے۔

جاء ثلاثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی ﷺ یساء لون عن عبادۃ النبی
ﷺ فلما اخبروا کانھم تقالو ھا فقالو وابن نحن من رسول اللہ ﷺ قد غفرلہ
ما تقدم من ذنبہ وماتاخر فقال احدھم اما انا فانی اصلی اللیل ابدا وقال اخر
انااصوم الدھر ولا افطروقال اخرانا اعتزل النساء ولا اتزوج ابدا فجاء رسول اللہ
ﷺ فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا اما واللہ لا نی لا خشاکم اللہ واتقاکم لہ
لکنی اصوم وافطرواصلی وارقد اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی. [19]

ان تعلیمات سے اسلام کا صحیح مزاج سامنے آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوتوں
اور نعمتوں میں سے کسی چیز کو روحانی ترقی کے لیے ختم کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ پورے اعتدال کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ساتھ اس کو صحیح مصرف میں استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

تربیت نفس میں اجتماعی ماحول کی اہمیت

مولانا اصلاحی نے قرآن وسنت کی روشنی میں نفس کے چار حقوق بیان کئے ہیں۔ نفس کا پہلا حق اس کی معرفت، دوسرا اس کی تربیت، تیسرا عزت نفس اور چوتھا احتساب نفس ہے۔ اپنی ذات سے تعلق کے بعد مولانا نے انسان کا تعلق خاندان ومعاشرہ اور ریاست سے بیان کیا ہے۔ مولانا علمائے عمرانیات کے اس خیال سے متفق ہیں کہ انسان اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق، پروان چڑھنے کے لیے انگور کی بیل کی طرح سہارے کا محتاج ہے۔ یہ سہارا اس کو خاندان اور معاشرے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ چیز اگر اس کو حاصل ہو جائے تو اس کی تمام مخفی صلاحیتیں بروئے کار آتی ہیں اگر کسی سبب سے یہ حاصل نہ ہو، تو یہ سب دب کر ختم ہو جاتی ہیں۔[۲۰] مولانا کے مطابق انسان کو اپنے خاندان وکنبہ، اپنی قوم اور معاشرہ اور اپنی ریاست کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہر گام ان کی نگرانی کرنی پڑتی ہے اور اگر وہ ذرا غافل ہو جائے تو وہ کشتی خطرے میں پڑ جاتی جس پر وہ اپنے پورے خاندان بلکہ پوری قوم سمیت سوار ہوتا ہے۔[۲۱]

مولانا کے نزدیک اگر مرد بیوی بچوں سے محروم ہو تو وہ ایک خانہ بدوش بن کر رہ جاتا ہے۔ اگر عورت شوہر سے محروم ہو تو ایک اجڑے گھر کی مانند ہے اور جو چیز ایک کنبہ وخاندان سے حاصل ہو سکتی ہے، اس کا کسی مدرسہ یا خانقاہ سے حاصل ہونا ناممکن ہے۔[۲۲] مولانا حضرت یحیٰی کی زندگی سے تجرد کے لیے استدلال کرنے والوں کی دلیل کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ان بزرگ نبیوں نے یہ (مجردانہ) زندگی اپنی پسند سے، مثالی زندگی سمجھ کر اختیار نہیں کی بلکہ ان کے دور کے حالات ہی ایسے تھے کہ یہ زندگی ان کو اختیار کرنی پڑی۔ یہ دور وہ دور ہے جب بنی اسرائیل کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ خود نبیوں کے ارشادات کے مطابق یروشلم کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہوا تھا اور اس کو خطاب کر کے یہ پیش گوئی کی جا چکی تھی کہ یہاں کوئی اینٹ بھی دوسری اینٹ پر قائم رہنے نہیں دی جائے گی۔ ایسے پر آشوب حالات میں گھر در بنانے اور بیوی بچوں کی زندگی اختیار کرنے کا شوق صرف وہی پورا کر سکتے تھے جو بالکل بے فکرے اور عاقبت سے بے پرواہ ہوں۔ اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دور میں یحییٰ کی زندگی اس طرح گزر رہی تھی کہ وہ یا تو جیل میں ہوتے یا بیت المقدس میں یہودی خونخواروں کے نرغے میں۔اس طرح سیدنا مسیح شب میں جبل زیتون پر دعا اور آہ وزاری میں مصروف رہتے اور دن میں فریسیوں اور فقیہوں کے حصار میں مصروف مناظرہ'' ۔۲۳

مولانا کے نزدیک گھر در بنانا اور بیوی بچوں والا بننا کوئی دنیا داری نہیں بلکہ خالق کائنات کے منشائے تخلیق،انسان کی مضمر صلاحیتوں کے ابراز اور اس کی تکمیل ذات کے لیے یہ فطرت کے بدیہی مطالبات ہیں۔جنہوں نے اس کی مخالفت کی انہوں نے فطرت سے جنگ کی۔۲۴ مرد ہر گھر میں قوام کی حیثیت سے بیوی بچوں کی کفالت و پرورش،تعلیم تربیت،رعیت کی نگرانی،انکے مستقبل کی فکرمندی کا ذمہ دار ہے۔۲۵

غربا و یتامی اور پڑوسیوں سے انسان کے تعلق کے ضمن میں مولانا بتاتے ہیں کہ ایک بندہ مومن ٹھونٹھ درخت کی مانند نہیں ہوتا جس میں نہ سایہ ہو اور نہ پھل،صرف بار زمین بن کر رہ گیا ہو۔اور نہ اس درخت کے مانند جو اپنے اردگرد زمین کی ساری صلاحیتیں ہضم کر کے موٹا تو ہو جائے لیکن نہ اس کا سایہ خوشگوار ہو،نہ اس کے پھل بلکہ اس کی بجائے مومن ایسا شجر طیب ہوتا ہے جس کی جڑیں پاتال میں اتری ہوئی اور شاخیں فضا میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ایک کے خنک سایہ میں خلق پناہ لیتی ہے اور اس کے بعد پھلوں اور پھولوں سے لوگ بہرہ یاب اور شاد کام ہوتے ہیں قرآن میں اس کی تعریف اصلها ثابت فی الارض وفرعها فی السما۔(ابراہیم:۱۴:۲۴) کے الفاظ سے کی گئی ہے۔۲۶

ایک روز رسول اللہ ؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ آج تم میں سے روزہ سے کون ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں ہوں۔آپ ؐ نے فرمایا آج کس نے جنازے کی مشایعت کی؟ کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ کس نے مریض کی عیادت کی؟ ان سارے سوالوں کے جواب میں جو زبان گویا ہوئی وہ حضرت ابوبکرؓ کی تھی۔حضورؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک دن اتنی نیکیاں جمع کی ہوں وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔۲۷ اس حدیث میں روزہ کے سوا تمام اعمال،جن کا حضورؐ نے ذکر کیا،ایسے اعمال ہیں جو انسانی اجتماعیت سے تعلق رکھتے ہیں۔حضرت ابوبکرؓ کی سیرت کے اس انتہائی مختصر تذکرے میں بھی زندگی کی ہمہ جہتی تکمیل کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے جو اسلام کے پیش نظر ہے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صحابہ کرامؓ اس کا عملی نمونہ تھے۔

آدمی ایک اثر پذیر ہستی ہے اور اس اثر پزیری کے فیض سے وہ اپنے بڑوں کے طور طریقے اوران کے ادب وافکار اپناتا ہے اور پھر ان کو اپنے بعد والوں کی طرف منتقل کرنے والا بنتا ہے یہ نہ ہوتو آدمی ایک پتھر بن کر رہ جائے نہ پچھلوں سے کچھ لینے والا نہ اگلوں کو کچھ دینے والا۔ لیکن اس خوبی کا ایک خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس کی بدولت وہ جس طرح دوسروں کے اچھے عادات اطوار کی چھاپ قبول کر لیتا ہے اس طرح ان کی بری روایات وآثار کے نقوش بھی قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ بچپن میں جبکہ ان کے اچھے عادات اطوار کی چھاپ قبول کر لیتا ہے اس طرح ان کی بری روایات وآثار کے نقوش بھی قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ بچپن میں جبکہ ان میں چھان پھٹک کی صلاحیت نہیں ہوتی، وہ والدین کے اثرات کو قبول کرتا چلا جاتا ہے۔ جس کی طرف حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ وینصرانہ ویمجسانہ** ۔ ۲۸ مولانا کے نزدیک زندگی پر معاشرے کے ان گہرے اور دیرپا اثرات کے سبب سے ہر عاقل و بالغ پر اس سے متعلق چند نہایت اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان میں سے پہلی ذمہ داری ہر ذی ہوش پر یہ ہے کہ وہ معاشرے کے بناؤ بگاڑ سے بے تعلق نہ رہے۔ بلکہ جو خرابی بھی اس کے اندر سر اٹھاتی نظر آئے، اپنے امکان اور صلاحیت کی حد تک اس کو روکنے کی کوشش کرے۔ اگر کوئی شخص اسے پرایا جھگڑا سمجھ کر اپنا فرض ادا کرنے سے گریز کرے گا تو وہ یاد رکھے کہ اس کی اس سہل انگاری کے نتیجے میں جو برائی جڑ پکڑے گی، ہوسکتا ہے کہ وہ پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور ایک دن اس کا خمیازہ اس کو بھی اور آئندہ نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے۔ ۲۹

مولانا کی اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے نعمان بن بشیر نے روایت کیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ حدود الٰہی کے معاملے میں سستی کرنے والے اور اس کے اندر پڑ جانے والے کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ کشتی کے اوپر والے حصے میں ہوں اور کچھ نچلے حصے میں بیٹھیں۔ نیچے والوں کو پانی کی ضرورت کے لیے اوپر جانا پڑتا ہے جس سے اوپر والے ناگواری محسوس کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر کوئی نیچے والا کشتی کے پیندے ہی میں سوراخ کرنے لگ جاتا ہے۔ اب اگر اوپر والے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور سب اسے پکڑ لیں تو اسے بھی بچائیں گے اور اپنے آپ کو بھی اور اگر اس کو آزاد چھوڑ دیں تو اس کو بھی ہلاک کریں گے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کریں گے۔ ۳۰

اس ذمہ داری کی ادائیگی ہر شخص پر اسکی صلاحیت اور استطاعت کے مطابق لازم ہے اور جو کسی درجہ میں بھی کام میں شریک نہ ہو تو اس کے لیے حضورؐ نے فرمایا ہے: لیس وزراء ذالك من الایمان حبة خردل ۔ ۳۱ یہ معاشرہ کے ہر فرد پر معاشرہ کا حق ہے جس کو ادا کرنا واجب ہے۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے کہ جی چاہا کیا جی چاہا تو ٹال دیا۔ رہا یہ سوال کہ معاشرہ کے مصلحین کے لیے کب یہ جائز ہوتا ہے کہ وہ اس سے اعلان برات کر کے علیحدہ ہو جائیں؟ تو اس کا جواب مولانا کے نزدیک قرآن حکیم کی روشنی میں یہ ہے کہ جہاں تک رسولوں کا تعلق ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے اس محاذ پر مامور ہوتے ہیں، اس وجہ سے ان کے لیے اس وقت تک ہٹنا جائز نہیں جب تک وہی ان کو اجازت نہ دے۔ اس کے لیے وہ حضرت یونس کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں۔ جبکہ دوسرے لوگ جو رسولوں کے طریقے پر کام کرتے ہوں ان کے لیے قرآن نے اصحاب کہف کے واقعہ میں رہنمائی دی ہے کہ ان کو اس وقت تک اپنی قوم کے اندر اپنے مشن میں لگے رہنا چاہیے تب تک اس کو جاری رکھنے کا امکان پائیں۔ جب وہ دیکھیں کے دشمنوں نے ان کے لیے تمام راستے بند کر دیے ہیں اور اب اگر ایک قدم بھی اس کی مرضی کے خلاف رکھا گیا تو ان کی دعوت اور زندگی دونوں خطرے سے دوچار ہو جائیں گے، تب ان کے لیے جائز ہوتا ہے کہ جدھر بھی ان کو راہ نظر آئے ادھر کے لیے اللہ کے بھروسے پر نکل کھڑے ہوں۔ قرآن مجید میں یہ تصریح موجود ہے کہ اصحاب کہف نے غار میں اس وقت پناہ لی جب ان کی قوم نے ان کو آخری دھمکی دیدی ہے کہ اب یا تو اپنے باپ دادا کے دین پر واپس آ جاو ورنہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ ۳۲

معاشرتی اصلاح کی ذمہ داری کی ادائیگی میں جب اس حد تک جان لڑانا ضروری ہے تو اس بات کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے کہ کچھ لوگ ذاتی تزکیے کے لیے جنگلوں کی راہ لیں اور معاشرتی ذمہ داریوں کے بوجھ سے خود ہی سبکدوش ہو کر خانقاہ میں الگ تھلگ ہو کر چلہ کشی شروع کر دیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تزکیہ نفس کے لیے ریاستی کردار

انسان کو جو برکتیں معاشرے میں حاصل ہوتی ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی برکت یہ ہے کہ معاشرہ اپنی اجتماعی تنظیم کی قوت اور اسکے زور واثر سے اس کو باہمی تعدیوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے اور بیرونی خطرات سے بھی۔ یہ تحفظ اس کو حاصل نہ تو وہ ہر وقت اندرونی خطروں سے گھرا رہے گا جس سے اس کی معاش اور تعمیر وتمدن کی راہنما اعلیٰ صلاحتیں دب کر ختم ہو جائیں گی۔ انسان اپنی اس فطری ضرورت کے تقاضوں کی وجہ سے اجتماعیت پسند حیوان ہونے کے ساتھ ایک سیاسی مخلوق کی زندگی کا بھی پورا التزام رکھتا ہے اس کی تاریخ کا کوئی دور بھی ایسا نظر نہیں آتا ہے جب وہ حکومت سے بالکل بے نیاز رہا ہو اس نے اپنی تعمیر وترقی اور قیام وبقا کے لیے کسی نہ کسی سیاسی نظام کو ضرور اختیار کیا ہے۔

ایک مسلمان کا ریاست وحکومت کے ساتھ تعلق کیسا ہو؟ تزکیہ نفس کی بحث میں مولانا نے فرد کے اس تعلق کی بھی صراحت کی ہے۔ مولانا نے حکومت کی چار اقسام بیان کر کے ان کے ساتھ تعلق کے الگ الگ احکام بیان کئے ہیں۔ ایک شکل تو یہ ہو سکتی ہے کہ غیر مسلموں کی سیکولر حکومت ہو لیکن پرسنل لا کی حد تک مسلمانوں کو دعوت وتبلیغ کی اجازت ہو تو مولانا کے نزدیک بدرجہ مجبوری اسے گوارا کیا جائے گا۔ ذاتی عقیدہ ومذہب میں اگر حکومت مداخلت نہ کرے تو ایک مسلمان ایسی غیر مسلم حکومت کا وفادار شہری رہ سکتا ہے اس کی وفاداری کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے غیر مسلم ماں باپ کا وہ دنیاوی معاملات کی حد تک وفادار رہتا ہے۔ البتہ اپنے دین کے معاملات میں بھی ان کی مداخلت گوارا نہیں کرے گا۔ ۳۳

دوسری شکل یہ ہے کہ حکومت غیر مسلموں یا نام ونہاد مسلمانوں کی ہو لیکن اس میں ایک خاص غیر اسلامی نظریہ حیات کے سوا کسی اور نظریہ یا عقیدہ کی دعوت واشاعت ممنوع ہو اور اس کے مرتکب کو مستحق سزا سمجھا جاتا ہو، اس میں مسلمانوں کے لیے دو ہی راہیں ہیں، یا تو راہ ارتداد اختیار کریں یا جہاد وہجرت۔ اگر کسی مسلمان کے سامنے ایمان اور زندگی میں سے کسی ایک ہی چیز کے اختیار کرنے کا راستہ باقی نہ رہ جائے تو وہ زندگی کو قربان کر کے ایمان کو بچائے۔ اس لیے کہ زندگی کتنی ہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عزیز سہی لیکن ایمان سے زیادہ عزیز نہیں ہو سکتی۔ رہا ہجرت و جہاد کا معاملہ تو اس کا تعلق حالات اور مواقع سے ہے اس پر غور کرنا، رہنمائی دینا اور اس کے اسباب و وسائل فراہم کرنا آزاد مسلم حکومتوں کا کام ہے۔ ۳۴؎

تیسری شکل یہ ہے کہ حکومت مسلمانوں کی ہو لیکن آئین و قانون، جاہلیت اور اسلام دونوں کا ملغوبہ ہو۔ زبانوں پر نعرہ اسلام ہو لیکن عمل میں ایک قدم اسلام کی طرف اٹھتا ہو تو دوسرا قدم جاہلیت کی طرف بھی بڑھتا ہو، اس کی مثال مولانا کے نزدیک پاکستان ہے، ان کے نزدیک ایسی ریاست میں کرنے کا اصلی کام یہ ہے کہ معاشرہ کی فکری ناہمواریوں کو دور کرنے کے لیے اس نصب العین کو سامنے رکھ کر فہم اسلام کی ایک ایسی عظیم دعوتی جدوجہد کی جائے کہ اس کے اندر ایک امتِ مسلمہ بننے کا شعور پیدا ہو۔ ۳۵؎

چوتھی شکل ظاہر و باطن اور قانون و عملاً کتاب و سنت پر مبنی حکومت کی ہے۔ یہ اگر حاصل ہو تو اس کی خدمت و حفاظت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینا، مسلمان کے لیے سعادت دارین بن جاتا ہے۔ اگر ایسی ریاست موجود نہیں ہے تو اس کے حصول کے لیے جدوجہد کی راہ اب بھی کھلی ہوئی ہے۔ ۳۶؎

تزکیہ نفوس کے لیے جس روحانی و پاکیزہ ماحول کی ضرورت ہے اس کے لیے سازگاری ایک صحیح اسلامی حکومت ہی پیدا کر سکتی ہے جبکہ اہل تصوف کے ہاں ریاست و حکومت کے معاملات میں دلچسپی کو ایک صوفی کے لیے پسندیدہ خیال نہیں کیا جاتا۔ صوفیاء نے بعض ایسے شرعی احکام کو معطل کر ڈالا جو شرع کی اساس ہیں اور جن سے مسلمانوں کی قوت و عزت اور ان کی سیادت وابستہ ہے اور جن پر ملی نشو و نما کا مدار ہے۔

اس بحث سے ثابت ہوا کہ مولانا اصلاحی نے تزکیہ نفس کے تصور کو وسعت دیکر اس کو اجتماعیت سے اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ انسان اپنے تزکیہ کے لیے جنگلوں اور خانقاہوں کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے ان کی بدرجہ احسان ادائیگی میں پاکیزگی قلوب کا سامان تلاش کرے۔ حتی کہ عبادات جو تزکیہ کا سب سے اہم ذریعہ ہوتی ہیں اور اپنی روح کے اعتبار سے انفرادیت اور اخفاء کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

متقاضی ہوتی ہیں، اسلام نے انہیں بھی اجتماعیت سے مربوط رہنے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ تزکیہ نفس کے اس اجتماعی تصور کے مطابق تزکیہ نفوس کی تکمیل اس وقت تک ناممکن ہے جب تک معاشرہ اور ریاست کا ماحول اس کے لیے سازگاری نہ کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ امین احسن اصلاحی، تزکیہ نفس، ملک برادرز تاجران کتب، لائل پور س۔ن، ۲/۹۔۱۰

۲۔ امین احسن اصلاحی، تزکیہ نفس، ملک برادرز تاجران کتب، لائل پور س۔ن، ۱/۱۰

۳۔ طبقات الصوفیۃ، ص: ۳۸، ابی عبدالرحمٰن السلمی، دارالکتب العربی، مصر، ۱۹۵۳ء

۴۔ الرسالہ القشیر یہ، ابی القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیر ی، مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۹۴۰ء ص: ۱۴،

۵۔ ایضاً، ص: ۵۵

۶۔ شیخ علی ہجویری، کشف المجو ب، مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد، ۱۹۷۸ء ص: ۳۱۸

۷۔ ایضاً، ص: ۳۱۶

۸۔ شیخ ابونصر طوسی: اللمع (اردو) ص: ۳۲۱، ترجمہ سید اسرار بخاری، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، س۔ن

۹۔ شیخ ابوطالب مکی: قوت القلوب، المطبعۃ الیمیمیہ، مصر ۱۳ﷺ، ۱/۳۲۱

۱۰۔ الرسالہ القشیر یہ، ص: ۷۸

۱۱۔ صراط مستقیم (فارسی) ص: ۱۱، سید احمد شہید، مطبع مجتبائی، دھلی س۔ن

۱۲۔ تزکیہ نفس، ۲/۱۲۵، ۱۲۶

۱۳۔ ایضاً، ۲/۱۲۶

۱۴۔ محولہ بالہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۵۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب التوکل والیقین ،۲/۱۳۹۵

۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ،باب مایکرہ من التعمق و التنازع فی العلم و الغلو فی الدین ،۳/۸۱۷

۱۷۔ سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب فی الحسد ،۲/۳۱۶

۱۸۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، ۱/۲۰۰

۱۹۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ترغیب فی النکاح ،۳/۶۶

۲۰۔ تزکیہ نفس ،۲/۱۴۰

۲۱۔ أیضاً ،۲/۱۴۳

۲۲۔ ایضاً ،۲/۱۵۶

۲۳۔ ایضاً ،۲/۱۵۶۔۱۵۷

۲۴۔ ایضاً ،۲/۱۵۷۔۱۵۸

۲۵۔ ایضاً ،۲/۱۶۰

۲۶۔ تزکیہ نفس ،۲/۱۷۳

۲۷۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی بکر ،ص:۶/۸۵

۲۸۔ ایضاً، کتاب القدر، باب حکم الاطفال ،۶/۲۶۳

۲۹۔ تزکیہ نفس ،۲/۱۸۴

۳۰۔ صحیح بخاری، کتاب الشرکۃ ، باب ھل یقرع فی القسمۃ ،ص:۱/۸۶۰

۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان ،۱/۱۴۵

۳۲۔ تزکیہ نفس ،۲/۱۸۹۔۱۹۰

۳۳۔ ایضاً ،۲/۲۰۶

۳۴۔ ایضاً ،۲/۲۰۹۔۲۱۰

۳۵۔ ایضاً ،۲/۲۱۴۔۲۱۵

۳۶۔ ایضاً ،۲/۲۱۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com